سلسلہ اصلاحی خطبات ۷۷

خلقِ خدا سے محبت کیجئے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
❖ جوامع الکلم کیا ہیں؟	٨
❖ کسی کی پریشانی دور کرنے پر اجر وثواب	٩
❖ تنگدست کو مہلت دینے کی فضیلت	״
❖ نرم خوئی اللہ کو پسند ہے	١٠
❖ دوسرے مسلمان کی حاجت پوری کرنے کی فضیلت	١١
❖ مخلوق پر رحم کرو	١٢
❖ مجنوں کو لیلیٰ کے شہر کے درودیوار سے محبت	١٣
❖ کیا اللہ کی محبت لیلیٰ کی محبت سے کم ہو جائے؟	١٤
❖ ایک کتے کو پانی پلانے کا واقعہ	١٥
❖ مخلوق پر رحم کا ایک واقعہ	١٦
❖ ایک مکھی پر شفقت کا عجیب واقعہ	١٧
❖ خدمت خلق ہی کا نام تصوف ہے	١٨
❖ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے محبت ہے	١٩
❖ حضرت نوح علیہ السلام کا عجیب واقعہ	٢٠
❖ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات	٢١

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین ٹیلیگرام چینل

عنوان	صفحہ
❖ اولیاءِ اکرام کی حالت	۲۳
❖ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ	〃
❖ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت پر شفقت	۲۴
❖ گناہ گار سے نفرت مت کرو	۲۵
❖ ایک تاجر کی مغفرت کا عجیب قصہ	۲۶
❖ یہ رحمت کا معاملہ تھا، قانون کا نہیں	۲۸
❖ ایک بچے کا بادشاہ کو گالی دینا	۲۹
❖ کسی نیک کام کو حقیر مت سمجھو	۳۱
❖ بندوں پر نرمی کرنے پر مغفرت کا ایک اور واقعہ	۳۲
❖ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول	۳۳
❖ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت	۳۴
❖ پیسے جوڑ جوڑ کر رکھنے والوں کے لئے بددعا	۳۵
❖ پیسے خرچ کرنے والوں کے لئے دعا	۳۶
❖ دوسروں کی پردہ پوشی کرنا	۳۷
❖ دوسروں کو گناہ پر عار دلانا	۳۸
❖ اپنی فکر کریں	۳۹
❖ علم دین سیکھنے کی فضیلت اور اس پر بشارت	۴۰

عنوان	صفحہ
❖ یہ علم ہمارے اسلاف نے محنت سے جمع کردیا	۴۱
❖ ایک حدیث کے لئے طویل سفر کرنے کا واقعہ	؍؍
❖ یہاں آتے وقت سیکھنے کی نیت کرلیا کریں	۴۳
❖ اللہ کے گھر میں جمع ہونے والوں کے لئے عظیم بشارت	۴۵
❖ تم اللہ کا ذکر کرو، اللہ تمہارا تذکرہ کریں	۴۶
❖ حضرت ابی بن کعب سے قرآن پاک سنانے کی فرمائش	۴۷
❖ اللہ کے ذکر پر عظیم بشارت	۴۸
❖ اونچا خاندان ہونا نجات کے لئے کافی نہیں	۴۹
❖ خلاصہ	۵۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلق خدا سے محبت کیجئے

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھدان سیدنا وسندنا ونبینا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرا۔

اما بعد!

عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، وَاللّٰہُ

فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بَيْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ يَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ، اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ، وَمَنْ بَطَّأَبِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ ﴾ (صحیح مسلم، کتاب الذکروالدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن)

جوامع الکلم کیا ہیں؟

اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں، اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ بہت سے جملے روایت فرمائے ہیں۔ ان میں سے ہر جملہ اپنے معنی اور مفہوم کے لحاظ سے بڑا جامع جملہ ہے، ایک اور روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ" مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے کلمات عطا کئے گئے ہیں جو جامع ہیں۔ یعنی جن کے الفاظ تو تھوڑے ہیں۔ اور بولنے میں مختصر ہیں۔ لیکن اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے اور عمل کے اعتبار سے وہ بڑے جامع کلمات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ارشادات جو چھوٹے چھوٹے جملوں پر مشتمل ہیں۔ اور معنی کے اعتبار سے بڑے

حاوی ہیں۔ ان کو "جوامع الکلم" کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بہت سے "جوامع الکلم" روایت فرمائے ہیں جو مختلف موضوعات سے متعلق ہیں۔

کسی کی پریشانی دور کرنے پر اجر و ثواب

پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مؤمن کی دنیا کی بے چینیوں میں سے کوئی بے چینی دور کرے، مثلاً وہ مؤمن کسی پریشانی میں گھرا ہوا ہے۔ یا کسی مشکل میں مبتلا ہے، اور کوئی مسلمان اس کی اس پریشانی اور مشکل کو کسی عمل کے ذریعہ، یا کسی مدد کے ذریعے دور کردے تو اس کا یہ عمل اتنے بڑے اجر و ثواب کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں قیامت کی سختیوں اور بے چینیوں میں سے ایک بے چینی کو اس سے دور فرمادیں گے۔

تنگدست کو مہلت دینے کی فضیلت

دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی تنگدست آدمی کے لئے کوئی آسانی پیدا کردے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں آسانی پیدا فرمادیں گے۔ مثلاً ایک شخص مقروض ہے اور اس نے اپنی کسی ضرورت کی خاطر قرض لیا، اور کسی خاص وقت پر واپس

کرنے کا وعدہ کرلیا۔ لیکن جب قرض واپس کرنے کا وقت آیا تو قرض واپس کرنے کے قابل نہیں ہے بلکہ تنگدست ہے۔ اب وہ قرض واپس کرنا چاہتا ہے، لیکن تنگدستی کی وجہ سے نہیں دے سکتا، اب اگرچہ قرض لینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ مطالبہ کرے کہ میرا قرض مجھے واپس کرو۔ لیکن اگر یہ شخص اس کی تنگدستی کو دیکھتے ہوئے اس کو مہلت دیدے۔ اور اس سے یہ کہدے کہ اچھا جب تمہارے پاس پیسے آجائیں اس وقت دیدینا۔ ایسے شخص کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں آسانی پیدا فرمائیں گے۔ اسی کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۸۰)

یعنی تمہارا مقروض شخص اگر تنگدست ہے تو پھر ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک مہلت دے جب تک اس کا ہاتھ کھل جائے، اور اس کی تنگدستی دور ہوجائے، اور اس میں قرض کی ادائے گی کی طاقت پیدا ہوجائے۔

نرم خوئی اللہ کو پسند ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ کو نرم خوئی بہت پسند ہے، اللہ کے بندوں کے

ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت محبوب عمل ہے۔ جس شخص نے قرض کے طور پر پیسے دیے ہیں۔ اس کو قانونی طور پر ہر وقت یہ حق حاصل ہے کہ وہ مطالبہ کرکے اپنا قرض وصول کرلے۔ یہاں تک کہ قانونی طور پر اس کو قید بھی کرا سکتا ہے۔ لیکن اسلام کا ایک مسلمان سے یہ مطالبہ ہے کہ صرف پیسوں ہی کو نہ دیکھو کہ کتنا پیسہ چلا گیا۔ اور کتنا پیسہ آگیا۔ بلکہ یہ دیکھو کہ کسی اللہ کے بندے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہے جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ قیامت کے روز نرمی کا معاملہ فرمائیں گے۔

دوسرے مسلمان کی حاجت پوری کرنے کی فضیلت

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ﴾

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب المؤاخاة)

جو شخص جتنی دیر اپنے بھائی کے کام بنانے اور حاجت پوری کرنے میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے کام بناتے رہیں گے۔ اس کی حاجت پوری کرتے رہیں گے۔ تم میرے بندوں کے کام میں لگے رہو۔ میں تمہارے کام میں لگا ہوا ہوں۔

کار ساز ما بساز کار ما
فکر ما درکار ما آزار ما

ایک جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ:

﴿مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾
(حوالہ بالا)

"اگر کسی نے کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کردیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت اور پریشانی کو دور فرمائیں گے"۔

مخلوق پر رحم کرو

درحقیقت یہ دونوں کام یعنی دوسروں کی حاجت پوری کرنا۔ اور دوسروں کی مصیبت اور پریشانی کو دور کرنا اسی وقت ہوسکتا ہے جب دل میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرف سے رحم ہو اور ان کی محبت ہو۔ اگر یہی دونوں کام دکھاوے کے لئے کرلیے تو ان کاموں کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن اگر یہ سوچا کہ یہ میرے اللہ کے بندے ہیں۔ اس کی مخلوق ہیں۔ میں ان کے ساتھ کوئی بھلائی اور اچھائی کروں گا تو اس پر مجھے اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے۔ تب یہ کام قیمتی بن جائیں گے۔

اللہ کی محبت کا یہ حق ہے کہ اس کے بندوں سے محبت کی جائے، اگر بندوں سے محبت نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں۔ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِى السَّمَاءِ﴾

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب الرحمۃ)

جو دوسروں پر رحم کرنے والے ہیں، رحمٰن ان پر رحم کرتا ہے، زمین والوں پر تم رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ لہٰذا جب تک اللہ کی مخلوق کے لئے تمہارے دل میں رحم نہیں ہوگا۔ اس وقت تک تم مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں۔ تم اللہ کی رحمت کے امیدوار کیسے ہوگے۔ جب اللہ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتے، ایمان کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اللہ کے بندوں اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ محبت کرو۔

مجنوں کو لیلیٰ کے شہر کے درودیوار سے محبت

جب کسی محبوب سے محبت ہوجاتی ہے تو پھر اس محبوب کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔ مجنوں لیلیٰ کی محبت میں کہتا ہے کہ:

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰی
اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَ الْجِدَارِ

جب میں لیلیٰ کے وطن سے گزرتا ہوں جہاں وہ رہتی ہے تو میں کبھی اس دیوار کو پیار کرتا ہوں، اور کبھی اس دیوار کو پیار کرتا ہوں۔ کیوں؟

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّيَارِ

یعنی ان دیواروں سے مجھے کیا تعلق؟ میں ان کو کیوں پیار کروں، لیکن چونکہ یہ دیواریں میرے محبوب کے شہر کی دیواریں ہیں، اس وجہ سے مجھے ان دیواروں سے محبت ہے، اور جب میں ان کے پاس سے گزرتا ہوں تو ان دیواروں کو چومتا پھرتا ہوں۔ جب ایک مجنوں کو لیلیٰ کے شہر کی دیواروں سے عشق ہو جائے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہو، لیکن اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق سے محبت نہ ہو۔ اللہ کے پیدا کئے ہوئے بندوں سے تعلق نہ ہو؟ ان پر رحم نہ ہو؟ یہ کیسی محبت ہے؟

کیا اللہ کی محبت لیلیٰ کی محبت سے کم ہو جائے؟

مثنوی شریف میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجنوں کو تو لیلیٰ کے شہر کے کتے سے بھی محبت تھی، اس لئے کہ یہ میرے

محبوب کے شہر کا کتا ہے، مجھے اس سے بھی محبت ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ:

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشت بہر او اولیٰ بود

ارے مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہوگیا۔ جب ایک ناپائیدار اور فنا ہوجانے والے وجود سے اتنی محبت ہوجاتی ہے کہ اس کے کتے سے محبت ہونے لگی تو اللہ تبارک و تعالیٰ جو مالک الملک ہیں اور سارے محبوبوں کے محبوب ہیں۔ اس کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی ساری مخلوق سے بھی محبت ہوجائے۔ چاہے وہ حیوان ہی کیوں ہو۔ اس لئے کہ وہ میرے اللہ کی مخلوق ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے حیوانات کے بھی حقوق رکھے ہیں کہ ان پر بھی ترس کا معاملہ کرو۔ اور ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہونے پائے۔

ایک کتے کو پانی پلانے کا واقعہ

بخاری شریف میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک طوائف اور فاحشہ عورت تھی۔ ساری زندگی طوائفی کا کام کیا۔ ایک مرتبہ وہ کہیں سے گزر رہی تھی راستے میں اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے زمین کی مٹی چاٹ رہا ہے۔ قریب میں ایک کنواں تھا۔ اس

عورت نے اپنے پاؤں سے چمڑے کا موزہ اتارا، اور اس موزے میں کنویں سے پانی نکالا، اور اس کتے کو پلادیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اس کی مغفرت فرمادی کہ میری مخلوق کے ساتھ تم نے محبت اور رحم کا معاملہ کیا، تو ہم تمہارے ساتھ رحم کا معاملہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں ـــــ لہٰذا اللہ کی مخلوق کے ساتھ رحم کا معاملہ کرنا چاہئے، چاہے وہ حیوان ہی کیوں نہ ہو۔

مخلوق پر رحم کا ایک واقعہ

میرے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر رحم کا عجیب حال عطا فرمایا تھا کہ کبھی کسی جانور کو مارنا تو دور کی بات ہے۔ کسی جانور کو اس کی جگہ سے ہٹانے کے لئے بھی ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا۔ یہ سوچ کر کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ پاؤں پر زخم ہوگیا۔ اس زخم پر مکھیاں آکر بیٹھنے لگیں، ظاہر کہ زخم پر مکھیوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن حضرت والا ان مکھیوں کو اڑاتے نہیں تھے۔ بلکہ اپنے کام میں لگے رہتے تھے۔ اس وقت ایک صاحب آپ کے پاس آگئے۔ انہوں نے جب یہ صورت دیکھی تو عرض کیا کہ حضرت! اجازت دیں تو میں ان مکھیوں کو اڑا دوں؟ جواب میں حضرت نے فرمایا کہ بھائی! یہ مکھیاں اپنا کام کررہی ہیں۔ مجھے اپنا کام کرنے دو ـــــ وجہ اس کی یہ تھی کہ دل میں

یہ خیال جما ہوا تھا کہ یہ میرے اللہ کی مخلوق ہے۔ ان کو یہاں سے اڑا کر کیوں پریشان کروں؟ بہرحال، اللہ تعالیٰ کی محبت صحیح معنی میں اس وقت ہوگی جب اللہ کی مخلوق سے بھی محبت ہو جائے۔ اس پر بھی رحم کرے۔

ایک مکھی پر شفقت کا عجیب واقعہ

میں نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ سے بارہا یہ واقعہ سنا کہ ایک بزرگ تھے جو بہت بڑے عالم، فاضل، محدث اور مفسر تھے۔ ساری عمر درس و تدریس اور تألیف و تصنیف میں گزری، اور علوم کے دریا بہا دیئے۔ جب ان کا انتقال ہوگیا تو خواب میں کسی نے ان کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ مجھ پر اپنا فضل فرمایا۔ لیکن معاملہ بڑا عجیب ہوا، وہ یہ کہ ہمارے ذہن میں یہ تھا کہ ہم نے الحمد للہ زندگی میں دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ درس و تدریس کی خدمت انجام دی، وعظ اور تقریریں کیں۔ تألیفات اور تصنیفات کیں۔ دین کی تبلیغ کی، حساب و کتاب کے وقت ان خدمات کا ذکر سامنے آئے گا۔ اور ان خدمات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہیں بخشتے ہیں، لیکن معلوم بھی ہے

کہ کس وجہ سے بخش رہے ہیں؟ ذہن میں یہ آیا کہ ہم نے دین کی جو خدمات انجام دیں تھیں۔ ان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں۔ ہم تمہیں ایک اور وجہ سے بخشتے ہیں۔ وہ یہ کہ ایک دن تم کچھ لکھ رہے تھے ــــ اس زمانے میں لکڑی کے قلم ہوتے تھے۔ اس قلم کو روشنائی میں ڈبو کر پھر لکھا جاتا تھا ــــ تم نے لکھنے کے لئے اپنا قلم روشنائی میں ڈبویا۔ اس وقت ایک مکھی اس قلم پر بیٹھ گئی۔ اور وہ مکھی قلم کی سیاہی چوسنے لگی، تم اس مکھی کو دیکھ کر کچھ دیر کے لئے رک گئے۔ اور یہ سوچا کہ یہ مکھی پیاسی ہے، اس کو روشنائی پی لینے دو، میں بعد میں لکھ لوں گا۔ تم نے یہ اس وقت قلم کو روکا تھا، وہ خالصۃً میری محبت اور میری مخلوق کی محبت میں اخلاص کے ساتھ روکا تھا۔ اس وقت تمہارے دل میں کوئی اور جذبہ نہیں تھا۔ جاؤ، اس عمل کے بدلے میں آج ہم نے تمہاری مغفرت کردی۔

خدمت خلق ہی کا نام تصوف ہے

بہر حال، یہ بڑا نازک راستہ ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ محبت نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا دعوی سچا نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں:

ز تسبیح و سجادہ و دلق نیست
طریقت بجز خدمت خلق نہیں

یعنی لوگوں نے تصوف اس کا نام رکھ لیا ہے کہ ہاتھ میں تسبیح ہو۔ مصلی بچھا ہوا ہو۔ گدڑی ہو۔ درویشانہ لباس پہنا ہوا ہو۔ ان چیزوں کا نام تصوف اور طریقت نہیں ہے۔ بلکہ تصوف اور طریقت اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ مخلوق کی خدمت ہو ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں ہمارے ساتھ محبت کا دعوی ہے تو پھر ہماری مخلوق کے ساتھ محبت کرو۔ ان کی خدمت کرو۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے محبت ہے

ارے، اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ بڑا پیار ہے۔ آپ اس کا تجربہ کرلیں کہ کسی نے اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کوئی چیز بنائی، وہ چیز پتھر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس بنانے والے کو اس بنائے ہوئے پتھر سے محبت ہو جاتی ہے کہ اس پتھر کے بنانے میں وقت لگایا ہے۔ میں نے محنت کی ہے۔ یہ میری دولت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بنایا اور ان کو پیدا کیا ہے۔ اس لئے ان کو اپنی مخلوق سے محبت ہے، لہٰذا اگر ان سے محبت کا دعوی ہے تو ان کی مخلوق سے بھی محبت کرنی ہوگی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک عجیب واقعہ

جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان آچکا، ساری قوم اس طوفان کے نتیجے میں ہلاک ہوگئی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم مٹی کے برتن بناؤ، چنانچہ حضرت ئوح علیہ ألسام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں مٹی کے برتن بنانا شروع کردئے۔ اور دن رات اس میں لگے رہے۔ جب کئی دن گزر گئے۔ اور برتنوں کا ڈھیر لگ گیا۔ تو دوسرا حکم یہ دیا کہ اب سب برتنوں کو ایک ایک کرکے توڑو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ! میں نے بڑی محنت سے اور آپ کے حکم پر بنائے تھے اب آپ ان کو توڑنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارا حکم یہ ہے کہ اب ان کو توڑ دو۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو توڑ دیا۔ لیکن دل دکھا کہ اتنی محنت سے بنائے اور ان کو تڑوادیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح! تم نے اپنے ہاتھوں سے یہ برتن بنائے، اور میرے حکم سے بنائے، ان برتنوں سے تمہیں اتنی محبت ہوگئی کہ جب میں نے تمہیں ان کو توڑنے کا حکم دیا تو تم سے توڑا نہیں جارہا تھا۔ دل یہ چاہ رہا تھا کہ یہ برتن جو میری محنت اور میرے ہاتھ سے بنے ہوئے ہیں، کسی طرح بچ جائیں تو بہتر ہے اس لئے کہ تمہیں ان برتنوں سے محبت ہوگئی تھی۔

CamScanner

لیکن تم نے ہمیں نہیں دیکھا کہ ساری مخلوق ہم نے اپنے ہاتھ سے بنائی۔ اور تم نے ایک مرتبہ کہدیا کہ:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (سورۃ نوح: ۲۶)

"اے اللہ! زمین میں بسنے والے سب کافروں کو ہلاک کردے، اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہے ـــــ تمہارے اس کہنے پر ہم نے اپنی مخلوق کو ہلاک کردیا"۔

اشارہ اس بات کی طرف فرمایا کہ جس مٹی سے تم برتن بنارہے تھے، باوجود یکہ وہ مٹی تمہاری پیدا کی ہوئی نہیں تھی۔ اور اپنی خواہش سے وہ برتن نہیں بنارہے تھے۔ بلکہ میرے حکم سے بنارہے تھے۔ پھر بھی تمہیں ان سے محبت ہوگئی تھی تو کیا ہمیں اپنی مخلوق سے محبت نہیں ہوگی؟ جب محبت ہے تو پھر تمہیں بھی میری مخلوق کے ساتھ محبت کرنی پڑے گی۔ اگر تمہیں میرے ساتھ محبت ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں، اور اس سے محبت کی

دعائیں مانگتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما۔ اس وقت مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرمارہے ہیں کہ تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو؟ حالانکہ تم نے مجھے دیکھا تو ہے نہیں کہ براہ راست تم مجھ سے محبت کرسکو، اور مجھ سے اسی طرح کا تعلق قائم کرسکو جیسے کسی چیز کو دیکھتے ہوئے کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر تمہیں مجھ سے تعلق قائم کرنا ہے تو میں نے دنیا میں اپنی محبت کا مظہران بندوں کو بنایا ہے۔ لہٰذا تم میرے بندوں سے محبت کرو۔ اور میرے بندوں پر رحم کھاؤ۔ اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ، اس سے میری محبت پیدا ہوگی۔ اور مجھ سے محبت کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے —— لہٰذا یہ سمجھنا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ یہ بندے کیا چیز ہیں؟ یہ مخلوق کیا چیز ہیں؟ یہ تو حقیر ہیں۔ اور پھر ان مخلوق کی طرف حقارت کی نگاہ ڈالنا، ان کو برا سمجھنا۔ اور ان کو کمتر جاننا، یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے جو محبت ہے، وہ جھوٹی محبت ہے، اس لئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت ہوگی، اس کو اللہ کی مخلوق سے ضرور محبت ہوگی۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کے کام میں اور اس کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام بنانے میں لگے رہتے ہیں۔ اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کی بے چینی کو دور کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی بے چینی کو دور فرمائیں گے۔

اولیاء کرام کی حالت

جتنے اولیاء اکرام رحمہم اللہ تعالیٰ گزرے ہیں، ان سب کا حال یہ تھا کہ وہ اگر مخلوق کو برے حال میں دیکھتے، یا فسق و فجور میں اور گناہوں کے اندر مبتلا دیکھتے تو، وہ اولیاء ان گناہوں سے تو نفرت کرتے تھے۔ اس لئے کہ گناہوں سے نفرت کرنا واجب ہے۔ ان کے فسق و فجور سے اور ان کے اعمال سے نفرت کرنا واجب ہے، لیکن دل میں اس آدمی سے نفرت نہیں ہوتی تھی، اس کی حقارت دل میں نہیں ہوتی تھی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ کے کنار چہل قدمی کرتے ہوئے جارہے تھے، قریب سے دریا میں ایک کشتی گزری۔ اس کشتی میں اوباش قسم کے نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ اور گاتے بجاتے ہوئے جارہے تھے۔ اور جب گانا بجانا ہورہا ہو، اور ہنسی مذاق کی محفل ہو۔ اس موقع پر اگر کوئی مُلّا پاس سے گزرے تو اس مُلّا کا مذاق اڑانا بھی تفریح کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ان اوباش لوگوں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق اڑایا۔ اور آپ پر کچھ

فقرے کسے۔ حضرت کے ساتھ ایک صاحب اور تھے۔ انہوں نے یہ صورت حال دیکھ کر فرمایا کہ حضرت! آپ ان کے حق میں بددعا فرمادیں، کیونکہ یہ لوگ اتنے گستاخ ہیں کہ ایک طرف تو خود فسق و فجور اور گناہوں میں مبتلا ہیں۔ اور دوسری طرف اللہ والوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور فرمایا اے اللہ، آپ نے ان نوجوانوں کو جس طرح یہاں دنیا میں خوشیاں عطا فرمائی ہیں ان کے اعمال ایسے کردیجئے کہ وہاں آخرت میں بھی ان کو خوشیاں نصیب ہوں — دیکھئے: ان کی ذات سے نفرت نہیں فرمائی، اس لئے کہ یہ تو میرے اللہ کی مخلوق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت

حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام دنیا کے لئے رحمۃ للعالمین بناکر بھیجے گئے، جب آپ پر کفار کی طرف سے اینٹیں برسائی جارہی تھیں، آپ کو پتھر مارے جارہے تھے، آپ کے پاؤں زخم سے لہولہان تھے، لیکن اس وقت بھی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ:

﴿اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

"اے اللہ، میری قوم کو ہدایت عطا فرما، ان کو علم نہیں ہے، یہ مجھے جانتے نہیں ہیں، یہ نادان ہیں، اور نادانی میں یہ حرکت کررہے ہیں، اے اللہ، ان کو ہدایت عطا فرما"۔

زبان پر یہ الفاظ اس لئے جاری ہوئے کہ کفار کے ان اعمال سے تو نفرت اور بغض ہے۔ لیکن ان کی ذات سے نفرت نہیں، اور ذات بحیثیت ذات کے میرے اللہ کی مخلوق ہے۔ اور میرے اللہ کی مخلوق سے مجھے محبت ہے۔

گناہ گار سے نفرت مت کرو

یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ فسق و فجور سے اور گناہوں سے نفرت نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ گناہوں سے ضرور نفرت کرنی چاہئے۔ اور ان کو برا سمجھنا چاہئے۔ لیکن جو شخص ان گناہوں کے اندر مبتلا ہے۔ اس کی ذات کی حقارت دل میں نہ آنی چاہئے۔ اس سے نفرت نہ ہو۔ بلکہ اس پر ترس کھانا چاہئے۔ جس طرح ایک شخص بیمار ہوجائے اور علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس جائے تو اب ڈاکٹر کا یہ کام نہیں ہے کہ اس پر ناراض ہوجائے کہ تم کیوں بیمار پڑے؟ بلکہ وہ ڈاکٹر اس بیمار کے اوپر ترس کھاتا ہے کہ بیچارہ اس بیماری میں مبتلا ہوگیا، اور اس کا علاج کرتا

ہے۔ اور اس کے لئے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! اس کی بیماری کو دور فرمادے۔ اسی طرح گناہ گار، فاسق و فاجر کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہونا چاہئے کہ ان کے فسق و فجور سے بغض اور نفرت ہو۔ لیکن ان کی ذات سے بغض اور نفرت نہ ہو۔ بلکہ اس کی ذات کے ساتھ اس لحاظ سے محبت ہو کہ یہ میرے اللہ کی مخلوق ہے۔ اور اس کے، لئے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو راہ راست پر لے آئے۔

ایک تاجر کی مغفرت کا عجیب قصہ

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوا ـــــ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز جب حساب کتاب ہوگا تو اس وقت وہ پیش ہوگا، لیکن اس کا کوئی نمونہ ہو سکتا ہے کہ پہلے بھی کسی وقت دکھادیا جاتا ہو۔ بہرحال، جب وہ پیش ہوا تو ـــــ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس کا اعمال نامہ دیکھو کہ اس نے کیا کیا اعمال کئے ہیں، جب فرشتوں نے دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ اس کا اعمال نامہ نیکیوں سے تقریباً خالی ہے۔ نہ نماز ہے نہ روزہ ہے۔ نہ کوئی اور عبادت ہے، بس دن رات تجارت کرتا رہتا تھا ـــــ اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن دوسروں کے سامنے ظاہر کرانے کے لئے

فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ ذرا اچھی طرح دیکھو کہ کوئی اور نیک عمل اعمال نامے ہے یا نہیں؟ اس وقت فرشتے فرمائیں گے کہ ہاں! اس کا ایک نیک عمل ہے، وہ یہ ہے کہ شخص اگرچہ کوئی خاص نیک عمل تو نہیں کرتا تھا، لیکن یہ تجارت کرتا تھا۔ اور اپنے غلاموں کو تجارت کا سامان دے کر بھیجتا کہ جاکر یہ سامان بیچ کر اس کے پیسے لاکر دیں۔ اس شخص نے اپنے غلاموں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ جب کسی کو کوئی سامان فروخت کرو۔ اور تم یہ دیکھو کہ وہ شخص تنگدست اور مفلس ہے تو اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، اگر اس کو ادھار دیا ہے تو اس سے ادھار وصول کرنے میں بہت سختی سے کام مت لینا، اور کبھی کسی کو معاف بھی کردیا کرنا، چنانچہ ساری عمر تجارت کے اندر اس کا یہ معمول رہا کہ جب کسی تنگدست سے معاملہ کیا تو یہ یا تو اس کو مہلت دیدی۔ اگر موقع ہوا تو اس کو معاف ہی کردیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اچھا یہ میرے بندوں کو معاف کرتا تھا۔ تو میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ اس کو معاف کروں، چنانچہ پھر فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس سے درگزر کا معاملہ کرو۔ اور اس کو جنت میں بھیج دو ـــــ بہرحال، بندوں کے ساتھ معافی کا معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

یہ رحمت کا معاملہ تھا۔ قانون کا نہیں

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ یہ اوپر کا معاملہ یہ رحمت کا معاملہ ہے، یہ کوئی قانون نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی شخص یہ نہ سوچے کہ یہ اچھا نسخہ ہاتھ آگیا کہ نہ نماز پڑھو، نہ روزہ رکھو، نہ زکوۃ دو، نہ دوسرے فرائض انجام دو، نہ گناہوں سے بچو، بس میں بھی اسی طرح لوگوں کو معاف کردیا کروں گا تو قیامت کے روز میری بھی معافی ہوجائے گی۔ یہ درست نہیں۔ اسلئے کہ یہ معاملہ رحمت کا ہے۔ اور اللہ کی رحمت کسی قاعدے اور قانون کی پابند نہیں ہوتی۔ وہ جس کو چاہیں۔ اپنی رحمت سے بخش دیں۔ لیکن قانون یہ ہے کہ فرائض کی ادائے گی ضرور کرنی ہے، گناہوں سے بچنا ضروری ہے، اگر کوئی شخص فرائض کی ادائیگی نہیں کرتا، یا گناہوں سے نہیں بچتا، تو محض کسی ایک عمل کی بنیاد پر تکیہ کرکے بیٹھ جائے کہ بس اس ایک عمل کے ذریعہ میری چھٹی ہوجائے گی۔ یہ بات درست نہیں۔ اسلئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں ہے۔ جس شخص کی صرف ایک عمل کی بنیاد پر بخشش ہوگئی۔ معلوم نہیں اس نے وہ عمل کس جذبہ کے ساتھ کیا ہوگا۔ اور اس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آگئی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کردیا۔ ہمارے اور آپ کے لئے یہ کوئی ہمیشہ کا دستور العمل نہیں ہے۔

ایک بچے کا بادشاہ کو گالی دینا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے واقعات کی صحیح حقیقت سمجھانے کے لئے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ نظام حیدر آباد دکن کے ایک نواب صاحب تھے، ان کے وزیر نے ایک مرتبہ ان کی دعوت کردی، اور ان کو اپنے گھر بلایا، جب نواب صاحب گھر میں داخل ہوئے تو وزیر صاحب کا بچہ وہاں پر کھیل رہا تھا۔ نواب صاحب کو بچوں سے چھیڑ خوانی کرنے کی عادت تھی۔ انہوں نے وزیر کے بچے کو چھیڑنے کے لئے اس کا کان پکڑ لیا۔ وہ بہت تیز طرار تھا۔ وہ کیا جانے کہ نواب کون ہے، اور بادشاہ کون ہے۔ بچے نے پلٹ کر نواب صاحب کو گالی دیدی۔ جب وزیر صاحب نے بچے کے منہ سے نواب صاحب کے لئے گالی سنی تو ان کی جان نکل گئی کہ میرے بچے نے نواب صاحب کو گالی دیدی۔ اور نواب صاحب کی تو زبان قانون ہوتی ہے۔ اب پتہ نہیں بچے کا کیا حشر کرے گا، اس لئے وزیر نے اپنی وفاداری جتانے کے لئے تلوار نکال لی، اور کہا کہ میں ابھی اس کا سر قلم کرتا ہوں، اس نے نواب صاحب کی شان میں گستاخی کی ہے۔ نواب صاحب نے روکا کہ نہیں۔ چھوڑو، یہ بچہ ہی تو ہے، باقی یہ بچہ ذہین لگتا ہے۔ اور اس میں اتنی خود داری ہے کہ اگر کوئی شخص اس کا کان مروڑ دے تو یہ بچہ فوراً اس کے آگے ہتھیار ڈالنے والا نہیں

ہے۔ بلکہ بڑا ذہین اور خود دار ہے۔ اپنا بدلہ خود لینے والا ہے۔ اور اپنے اوپر اعتماد رکھنے والا ہے۔ ایسا کرو کہ اس کا ماہانہ وظیفہ جاری کردو۔ چنانچہ اس کا وظیفہ جاری ہوا۔ اس وظیفہ کا نام تھا "وظیفہ دشنام" یعنی گالی دینے کا وظیفہ ـــــ حضرت حکیم الأمت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب تم بھی یہ سوچ کر کہ گالی دینے سے وظیفہ جاری ہوتا ہے لہٰذا تم بھی جاکر نواب صاحب کو گالی دے آؤ۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ خاص طور پر اس بچے کے خاص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بادشاہ کی سخاوت کا ایک مظاہرہ تھا کہ گالی دینے کے باوجود بچے کو نواز دیا۔ لیکن یہ کوئی عام قانون نہیں تھا کہ جو کوئی نواب صاحب کو گالی دے گا تو اس کو وظیفہ ملے گا۔ بلکہ اب کوئی گالی دے گا تو پٹائی ہوگی۔ جیل میں بند کردیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ سر قلم کردیا جائے۔

یہی معاملہ اللہ تعالیٰ کی نکتہ نوازی کا ہے کہ کسی کو کسی نکتے سے نواز دیا، اور کسی کو کسی نکتے سے نواز دیا، کسی کا کوئی عمل قبول فرمالیا۔ اور کسی کا کوئی عمل قبول فرمالیا، ان کی رحمت کسی قید کسی شرط اور کسی قانون کی پابند نہیں۔ "وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ کُلَّ شَیْءٍ" میری رحمت تو ہر چیز پر وسیع ہے۔ اس لئے کسی کے ساتھ ناانصافی کبھی نہیں ہوتی، لیکن بعض اوقات کسی کو کسی عمل پر نواز دیا جاتا ہے۔ جب وہ عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے۔

کسی نیک کام کو حقیر مت سمجھو

اس سے یہ نتیجہ تو ضرور نکالا جاتا ہے کہ کوئی نیکی کا کام حقیر نہیں ہوتا، کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کس نیک کام کو قبول فرمالیں۔ اور اس سے بیڑہ پار ہوجائے، اس لئے کسی نیکی کے کام کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے، لیکن یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ چونکہ یہ واقعات سننے میں آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں نیک کام پر بخش دیا۔ لہٰذا اب نہ تو نماز پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ فرائض ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ بس آدمی اللہ کی رحمت پر تکیہ کرکے بیٹھ جائے۔ چنانچہ یہ حدیث آپ نے سنی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاجز شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے چھوڑ دے۔ اور جو دل میں آرہا ہے۔ وہ کام کررہا ہے۔ یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ یہ کام حلال ہے یا حرام ہے۔ جائز ہے یا ناجائز۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر تمنا اور آرزو لگائے بیٹھا ہے کہ اللہ میاں تو بڑے غفور رحیم ہے، سب معاف فرمادیں گے۔ بہرحال، ان واقعات سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں۔

بندوں پر نرمی کرنے پر مغفرت کا ایک اور واقعہ

اسی طرح ایک اور حدیث میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں، ان میں ایک شخص ایسا تھا کہ جب وہ کوئی چیز فروخت کرتا، تو اس میں نرمی سے کام لیتا، یہ نہیں کہ پیسے پیسے پر لڑ رہا ہے۔ بلکہ گاہک کو ایک قیمت بتادی، اب گاہک کہہ رہا ہے کہ تھوڑی سے کمی کردو تو اس نے یہ سوچ کر چلو تھوڑا منافع کم سہی، چلو اس کو دے دو۔ اسی طرح جب وہ کوئی چیز خریدتا، تب بھی نرمی کا معاملہ کرتا، جب دوکاندار نے چیز کی قیمت بتادی، اس نے بس ایک مرتبہ اس سے کہدیا کہ بھائی تھوڑی سی کم کردو۔ یہ نہیں کہ قیمت کم کرانے کے لئے اس سے لڑ رہا ہے۔ اور اس سے زبردستی کم کرارہا ہے۔ بلکہ ایک آدھ مرتبہ کہدینے کے بعد قیمت ادا کرکے چیز لے لی۔ اسی طرح جب دوسرے سے اپنا حق وصول کرنے کا وقت آتا، مثلاً کسی سے پیسے وصول کرنے ہیں، یا قرض وصول کرنا ہے۔ تب بھی نرمی کا معاملہ کرتا، اور اس سے کہتا کہ چلو ابھی پیسے نہیں ہیں تو بعد میں ادا کردینا۔ تمہیں مہلت دیتا ہوں۔ جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ یہ میرے بندوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا تھا۔ اس لئے میں بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا ہوں۔ اور پھر

اس کی مغفرت فرمادی۔ بہرحال، اللہ تعالٰی کو بندوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، اور تنگدست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا بہت ہی زیادہ پسند ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کسی کے ساتھ بیع و شراء کا معاملہ فرماتے تو اپنے ذمے جتنا واجب ہوتا اس سے زیادہ ہی دیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سونے چاندی کے سکے رائج تھے۔ اور وہ سکے بھی مختلف مالیتوں کے ہوتے تھے۔ اس لئے ان کی گنتی کے بجائے ان کا وزن دیکھا جاتا تھا کہ کتنے وزن کا ہے۔ اس کے ذریعہ قیمت ادا کی جاتی تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیز بازار سے خریدی۔ دراھم کے ذریعہ جب اس کی قیمت ادا فرمانے لگے تو آپ نے وزن کرنے والے سے فرمایا: "زِنْ وَارْجَحْ" جھکتا ہوا تولو۔ یعنی میرے ذمے جتنے درھم واجب ہیں۔ اس سے کچھ زیادہ دیدو ـــــ اور ایک روایت میں آپ نے ارشاد فرمایا: خِیَارُکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو جب دوسرے کا حق ادا کریں تو اچھی طرح ادا کریں۔ یعنی کچھ زیادہ ہی ادا کریں۔ کم نہ کریں۔ مثلاً آپ کے ذمے سو روپے قرض تھے۔ آپ

نے سو کے بجائے ایک سو دس ادا کردیئے۔ اور یہ کہ دیتے وقت پریشان نہ کریں، چکر نہ کٹوائیں۔ ٹال مٹول نہ کریں۔ یہ سب باتیں اچھی طرح ادا کرنے اور حسن سلوک کے ساتھ ادا کرنے میں داخل ہیں۔

امام ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، جو فقہ کے اندر ہمارے مقتدا ہیں۔ جن کی فقہ پر ہم عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کے نام ایک وصیت نامہ لکھا ہے۔ اس وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ: "جب کسی کے ساتھ بیع و شراء کا معاملہ ہو تو اس کو اس کے حق سے کچھ زیادہ ہی دیدیا کرو۔ کم نہ کیا کرو" یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ہم لوگوں نے صرف چند خاص خاص سنتیں یاد کرلی ہیں۔ اور اس پر عمل کرلیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا حصہ ہے۔ ہمیں ان پر بھی عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اس حدیث میں اسی سنت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

﴿وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

"یعنی جو شخص کسی تنگ دست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائیں گے"۔

اصل آسانی تو آخرت کی آسانی ہے۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ ایسا شخص دنیا میں بھی پریشان نہیں ہوتا"۔

پیسے جوڑ جوڑ کر رکھنے والوں کے لئے بددعا

ایک حدیث میں ہے کہ ایک فرشتہ روزانہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ:

﴿اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكاً تَلَفاً وَاعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً﴾

"اے اللہ، جو شخص پیسوں کو جوڑ جوڑ کر رکھتا ہو۔ یعنی ہر وقت گنتا رہتا ہے کہ اب کتنے ہوگئے۔ اور اب کتنے ہوگئے۔ اور خرچ کرتے ہوئے جان نکل رہی ہے، اے اللہ، اس کے مال پر ہلاکت ڈال دے"۔

چنانچہ اس دعا کے نتیجہ میں اس کے مال پر اس طرح ہلاکت پڑتی

ہے کہ کبھی اس کے پیسے چوری ہوگئے۔ کبھی ڈاکہ پڑ گیا۔ کبھی کوئی نقصان ہوگیا۔ اور کچھ نہ ہو تو بے برکتی ضرور ہوجاتی ہے، وہ پیسے اگرچہ گنتی میں تو زیادہ ہوگئے۔ لیکن ان پیسوں سے جو فائدہ حاصل ہونا چاہئے تھا۔ اور ان پیسوں میں جو برکت ہونی چاہئے تھی وہ فائدہ اور برکت حاصل نہ ہوئی۔ مثلاً پیسے تو زیادہ ہوگئے۔ لیکن گھر میں سے بیماری ہوگئیں، اور اب وہ پیسے ہسپتال اور ڈاکٹر کے نذر ہورہے ہیں۔ بتائیے یہ کیسی برکت ہوئی؟ یا پیسے تو بہت جمع ہوگئے۔ لیکن گھر کے اندر ناچاقی ہوگئی اور اس کے نتیجے میں زندگی کا لطف جاتا رہا۔

پیسے خرچ کرنے والوں کے لئے دعا

پیسے خرچ کرنے والوں کے لئے فرشتہ یہ دعا کرتا ہے "وَاَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً" اے اللہ، جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔ صدقہ خیرات کرتا ہو۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہو، کسی کو پیسے دے رہا ہے۔ کسی کو پیسے معاف کررہا ہے۔ اے اللہ، ایسے خرچ کرنے والے کو خرچ کا بدل دنیا میں ہی عطا فرما۔ بہرحال، جو شخص اس طرح لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے والا ہو، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے مقابل میں اس کے پیسے زیادہ خرچ ہو رہے ہیں، لیکن جو پیسہ خرچ ہورہا ہے، وہ حقیقت میں جا نہیں رہا ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت لارہا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو بدل

عطا فرمادیتے ہیں، آج تک کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا گیا جو صرف اس وجہ سے مفلس ہوگیا کہ وہ صدقہ خیرات زیادہ کرتا تھا۔ یا لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے کی وجہ سے مفلس ہوگیا ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو بدل ضرور عطا فرماتے ہیں۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کے لئے آسانی پیدا فرماتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی آسانی پیدا فرمائیں گے۔

دوسروں کی پردہ پوشی کرنا

تیسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا: "وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً، سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ مثلاً کسی مسلمان کا کوئی عیب یا غلطی سامنے آگئی کہ اس نے فلاں کام غلط اور ناجائز کیا ہے، اب ہر جگہ اس کے بارے میں چرچا کرتے پھرو کہ وہ تو یہ کام کررہا تھا۔ اس کے بجائے اس کی پردہ پوشی کرو۔ اس کو چھپادو، کسی اور کو مت بتاؤ۔ یہ طریقہ اس وقت اختیار کرنا چاہئے کہ جب اس کے عمل سے کسی دوسرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ لیکن اگر اس کا ایسا عمل سامنے آیا، جس سے دوسرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، مثلاً کسی کے قتل کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ اس وقت پردہ پوشی کرنا جائز نہیں، بلکہ دوسروں کو بتانا ضروری ہے۔ لیکن اگر اس

کے عمل سے دوسرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر حکم یہ ہے کہ اس کی پردہ پوشی کرو۔ اور اس کے لئے دعا کرو کہ یا اللہ! یہ شخص اس گناہ کے اندر مبتلا ہو گیا ہے۔ آپ اپنی رحمت سے اس کو اس گناہ سے نکال دیجئے۔

بہرحال، دوسروں کے عیب نہ تو تلاش کرو، اور نہ اس کو پھیلانے کی کوشش کرو۔ آج کل اس بارے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے، ایک آدمی کے بارے میں آپ کو پتہ چل گیا کہ وہ فلاں کام کرتا ہے، اب آپ کے پیٹ میں یہ بات نہیں رکتی، اور دوسروں سے کہے بغیر آپ کو چین نہیں آتا۔ دوسروں کو بتانا ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بلاوجہ دوسروں کے عیب تلاش کرنا ان کو پھیلانا گناہ ہے۔

دوسروں کو گناہ پر عار دلانا

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ﴾

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب نمبر ۵۴)

اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو ایسے گناہ پر عار دلائے جس گناہ سے وہ توبہ کر چکا تھا، تو یہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہیں ہو جائے گا ــــ اگر ایک شخص سے کوئی گناہ

ہوگیا، پھر اس نے اس گناہ سے توبہ کرلی۔ اب آپ اس کو بار بار اس گناہ پر عار دلارہے ہیں کہ تو تو وہی ہے جس نے یہ حرکت کی تھی —— اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا۔ اور اس کے گناہ کو معاف کردیا، میں نے اس کے نامہ اعمال سے اس گناہ کو مٹادیا، اب تو کون ہے اس گناہ پر اعتراض کرنے والا، اور اس گناہ پر عار دلانے والا؟ اگر تو عار دلائے گا تو ہم تمہیں اس گناہ کے اندر مبتلا کردیں گے۔ اس لئے کسی مسلمان کی عیب جوئی کرنا، یا کسی مسلمان کے عیب کو بیان کرنا، اس کی تشہیر کرنا بڑا سخت گناہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا کے اندر داروغہ بناکر نہیں بھیجا کہ دوسروں کے عیوب کو اچھالتے پھرو۔ بلکہ تمہیں تو بندہ بناکر بھیجا ہے۔

اپنی فکر کریں

اس لئے تم اپنی فکر کرو، اپنے عیوب کو دیکھو، اپنے گریباں میں منہ ڈال کر دیکھو۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو اپنے عیوب کی فکر عطا فرمادیتے ہیں۔ اس کو دوسروں کے عیوب نظر ہی نہیں آتے، دوسروں کے عیوب اسی کو نظر آتے ہیں جو اپنے عیوب سے بے پرواہ ہو۔ جو اپنی اصلاح سے غافل ہو۔ جو شخص خود بیمار ہو۔ وہ دوسروں کے نزلہ و زکام کی کہاں فکر کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ احمق

اور بیوقوف ہے۔ اس لئے دوسروں کے عیوب کے پیچھے پڑنا، تجسس کرنا، ان کی تشہیر کرنا بڑا سخت جرم ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا۔ لہٰذا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہے کہ وہ یہ کام کرے۔ مسلمان کو ان تمام برائیوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ اس کے بغیر وہ صحیح معنی میں مسلمان نہیں بن سکتا۔

علم دین سیکھنے کی فضیلت اور اس پر بشارت

چوتھا جملہ یہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ﴾

اس جملے میں ہم سب کے لئے بڑی خوشخبری اور بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مصداق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ فرمایا کہ جو شخص کوئی فاصلہ طے کرے یا کوئی راستہ چلے، اور راستہ چلنے اور فاصل طے کرنے سے اس کا مقصد یہ ہو کہ دین کی کوئی بات معلوم ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس چلنے کی بدولت اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیں گے۔ دین کی ایک بات معلوم کرنے کی خاطر جو سفر کیا جائے گا۔ مثلاً کوئی معاملہ پیش آیا، اور آپ کو اس کے بارے میں مسئلہ معلوم نہیں ہے، اب آپ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے کسی

کے پاس جارہے ہیں کہ مجھے اس بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ اب مفتی کے پاس جو چل کر گئے تو اس سے آپ کو یہ فضیلت حاصل ہوگئی۔

یہ علم ہمارے اسلاف نے محنت سے جمع کردیا

ہم لوگ علم حاصل کرنے کے لئے وہ محنت کہاں کرسکتے ہیں جو محنت ہمارے اسلاف کرگئے۔ آج ہم لوگ آرام سے بیٹھ کر کتاب کھول کر یہ حدیث پڑھ رہے ہیں، اور اس پر وعظ کر رہے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے فاقے کرکے، روکھی سوکھی کھاکر، موٹا جھوٹا پہن کر، مشقت اٹھاکر، قربانیاں دے کر یہ علم ہمارے لئے اس شکل میں تیار کرکے چلے گئے۔ اگر وہ لوگ اس طرح محنت نہ کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس طرح ہمارے پاس محفوظ نہ ہوتے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا محفوظ کرکے چلے گئے۔ قیام قیامت تک آنے والوں کے لئے لائحہ عمل بتاگئے۔ ایک مشعل راہ بتاگئے۔

ایک حدیث کے لئے طویل سفر کرنے کا واقعہ

بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے قریبی صحابی تھے، اور

انصاری تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کے بعد ایک دن بیٹھے ہوئے تھے، ان کو معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز کی فضیلت کے بارے میں ایک حدیث ایسی ہے، جو میں نے نہیں سنی، بلکہ ایک دوسرے صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہے۔ جو اس وقت شام کے شہر دمشق میں مقیم ہیں۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ حدیث بالواسطہ اپنے پاس کیوں رکھوں۔ بلکہ جن صحابی نے یہ حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں ان سے براہ راست کیوں نہ حاصل کرلوں۔ اب انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ صحابی کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ شام کے شہر دمشق میں مقیم ہیں ـــــ (جبکہ خود مدینہ منورہ میں مقیم تھے) اور مدینہ منورہ طیبہ سے دمشق کا فاصلہ تقریباً پندرہ سو کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ میں نے خود اس راستے پر سفر کیا ہے وہ پورا راستہ لق و دق صحرا ہے۔ نہ اس میں کوئی ٹیلہ ہے، نہ کوئی درخت ہے، نہ پانی ہے ـــــ چنانچہ اسی وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اونٹ منگوایا، اور اس پر سوار ہوکر روانہ ہوگئے، اور پندرہ سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کرکے دمشق پہنچ گئے۔ وہاں جاکر ان کے گھر کا پتہ لگایا۔ دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ ان صحابی نے دروازہ کھولا۔ اور پوچھا کیسے آنا ہوا؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تہجد کی فضیلت پر آپ نے ایک حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہے میں

وہ حدیث آپ کی زبان سے سننے کے لئے آیا ہوں۔ ان صحابی نے پوچھا کہ آپ مدینہ طیبہ سے صرف اسی کام کے لئے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! صرف اسی کام کے لئے آیا ہوں۔ ان صحابی نے کہا کہ وہ حدیث تو میں بعد میں سناؤں گا، لیکن پہلے ایک اور حدیث سن لو جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ پھر یہی حدیث سنائی کہ جو شخص کوئی راستہ قطع کرے۔ جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔ پہلے یہ حدیث سنائی اور پھر تہجد کی فضیلت والی حدیث سنائی۔ حدیث سنانے کے بعد ان صحابی نے فرمایا کہ اب تھوڑی دیر اندر بیٹھیں۔ اور کھانا کھائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس لئے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ پورا سفر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی خاطر ہو۔ اس سفر میں کسی اور کام کا ذرہ برابر بھی دخل نہ ہو، اب میں کوئی اور کام کرنا نہیں چاہتا۔ یہ حدیث مجھے مل گئی۔ اور میرا مقصد حاصل ہوگیا۔ میں مدینہ طیبہ واپس جارہا ہوں۔ "السلام علیکم"

یہاں آتے وقت سیکھنے کی نیت کرلیا کریں

دیکھئے: ایک حدیث کی خاطر اتنا لمبا سفر کیا۔ اور یہ میں نے آپ کو

صرف ایک مثال بتائی۔ ورنہ صحابہ کرام کے حالات اور تابعین اور تبع تابعین کے حالات اٹھا کر دیکھئے تو یہ نظر آئے گا کہ ان میں سے ایک ایک نے دین کا علم حاصل کرنے کی خاطر اور احادیث جمع کرنے کی خاطر لمبے لمبے سفر کئے۔ آج احادیث کا یہ مجموعہ پکی پکائی روٹی کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ ان اللہ کے بندوں نے اپنے مال قربان کئے۔ اور اپنی جانیں قربان کیں۔ اور مشقتیں اٹھائیں۔ تب جاکر یہ علم ہم تک پہنچا ہے۔ یہ محنت وہ حضرات کرگئے۔ اگر ہمارے ذمے یہ کام ہوتا تو یہ دین کا علم ضائع ہوچکا ہوتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم تھا کہ اس نے اس کام کے لئے وہ قوم پیدا کردی تھی کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے دین کو محفوظ کردیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ یہ دین محفوظ ہے، کتابیں چھپی ہوئی ہے۔ اور ہر دور میں دین کو پڑھنے پڑھانے والے، جاننے والے ہر جگہ موجود رہے ہیں۔ بس اب تمہارا اتنا کام ہے کہ ان کے پاس جاکر علم سیکھ لو، اور مسئلہ معلوم کرلو ــــــ بہرحال، اس حدیث میں علم سیکھنے والے کے لئے یہ عظیم بشارت بیان فرمائی۔ ہم لوگ جو یہاں جمع ہوتے ہیں، اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ دین کی بات سنیں اور سنائیں۔ اور دین کا علم حاصل کریں، اس لئے گھر سے چلتے وقت اس حدیث کو ذہن میں لے آیا کریں کہ ہم دین کا علم حاصل کرنے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس حدیث کی بشارت ہم سب کو عطا فرمائے، آمین۔

اللہ کے گھر میں جمع ہونے والوں کیلئے عظیم بشارت

حدیث کے اگلے جملے میں ایک اور بشارت بیان فرمائی، فرمایا کہ کوئی جماعت کسی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں جمع ہو کر بیٹھ جائے، اللہ کی کتاب کی تلاوت کے لئے، یا اللہ کی کتاب کے درس و تدریس کے لئے، یعنی اللہ کے دین کا باتوں کو سننے سنانے کے لئے بیٹھ جائے تو جس وقت وہ لوگ اس مقصد کے لئے جمع ہوتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور چاروں طرف سے ملائکہ اس مجلس اور مجمع کو گھیر لیتے ہیں ــــ ملائکہ کے گھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف متوجہ ہے، اور وہ ملائکہ رحمت ہیں۔ وہ ان بندوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے استغفار اور التجاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! یہ لوگ آپ کے دین کے خاطر جمع ہوئے ہیں۔ یا اللہ! آپ اپنی رحمت سے ان کی مغفرت فرمادیجئے۔ ان پر رحمتیں نازل فرمایئے۔ ان کے گناہ معاف فرمایئے۔ ان کو دین کی توفیق عطا فرمایئے۔

تم اللہ کا ذکر کرو، اللہ تمہارا تذکرہ کریں

اگلا جملہ یہ ارشاد فرمایا: وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی محفل میں ان اہل مجلس کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے اپنے سارے کام چھوڑ کر صرف میری خاطر اور میرا ذکر کرنے کے لئے، میرا ذکر سننے کے لئے، میرے دین کی باتیں سننے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور اپنے اردگرد کے ملائکہ کے سامنے اس محفل کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات ہے۔ ارے یہ بہت بڑی بات ہے۔

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

یہ کوئی معمولی بات ہے کہ محبوب حقیقی ہمارا ذکر کرے۔ ارے یہ کام تو ہمارا تھا کہ ہم ان کا ذکر کرتے، ہمیں پہلے حکم دیا کہ "فَاذْكُرُونِیْ" تم میرا ذکر کرو، لیکن ساتھ ہی اس ذکر کا صلہ اور بدلہ بھی عطا فرمادیا کہ "اَذْكُرْكُمْ" تم میرا ذکر کروگے میں تمہارا ذکر کروں گا۔ تم مجھے یاد کروگے میں تمہیں یاد کروں گا۔ حالانکہ ہمارا ذکر کیا حقیقت رکھتا ہے۔ ذکر کرلیں تو کیا۔ نہ کریں تو کیا، ہمارے ذکر کرنے سے ان کی عظمت اور جلال میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں ہوتا، اور اگر ہم ان کا ذکر چھوڑ دیں۔ بلکہ ساری دنیا ان کا ذکر کرنا

چھوڑ دے تو بھی ان کی عظمت اور جلال میں ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔ ہماری مثال تو ایک تنکے جیسی ہے۔ ایک تنکے نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلیا تو کیا کمال کیا۔ لیکن وہ بندے کا ذکر کریں، یہ معمولی بات نہیں۔

حضرت اُبیّ بن کعب سے قرآن پاک سنانے کی فرمائش

حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ہر صحابی میں اللہ تعالیٰ نے الگ الگ خصوصیات رکھی تھیں۔ حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ تھی کہ قرآن کریم بہترین پڑھا کرتے تھے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: اَقْرَئُهُمْ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ سارے صحابہ میں سب سے بہتر قرآن کریم پڑھنے والے اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک دن حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین کے واسطے سے یہ پیغام بھیجا ہے کہ تم اُبیّ بن کعب سے کہو کہ وہ تمہیں قرآن شریف سنائیں۔ جب حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو فوراً یہ سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے کہ اُبیّ بن کعب سے ایسا کہو؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! تمہارا

نام لے کر فرمایا ہے۔ بس اسی وقت حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہوگیا، اور روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں، اور فرمایا کہ میں اس قابل کہاں کہ اللہ تعالیٰ میرا ذکر فرمائیں، اور میرا نام لیں۔

اللہ کے ذکر کرنے پر عظیم بشارت

بہرحال، اللہ تعالیٰ کسی بندے کا ذکر فرمائیں۔ یہ اتنی بڑی دولت اور نعمت ہے کہ ساری دنیا کی نعمتیں اور دولتیں ایک طرف، یہ نعمت ایک طرف، اس حدیث میں اسی عظیم نعمت کے بارے میں فرمایا کہ جب اللہ کا دین سیکھنے کی خاطر، اور دین کے پڑھنے پڑھانے کی خاطر لوگ کسی جگہ جمع ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کے مجمع میں ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی ہے —— "حدیث قدسی" اس کہتے ہیں جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ کا کلام نقل فرمائیں —— ایک حدیث قدسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِيْ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ، وَمَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِنْهُ﴾

"جو شخص میرا ذکر تنہائی میں کرتا ہے تو میں اس

کا ذکر تنہائی میں کرتا ہوں، اور اس کو یاد کرتا ہوں۔ اور جو شخص میرا ذکر کسی مجمع میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر مجمع میں کرتا ہوں۔ یعنی وہ میرا ذکر انسانوں کے مجمع میں کرتا ہے۔ میں اس کا ذکر ملائکہ کے مجمع میں کرتا ہوں"۔

ذکر کی کتنی بڑی فضیلت بیان فرمادی۔ اس میں وہ سب لوگ داخل ہیں جو دین کی درس و تدریس کے لئے، یا دین کے افہام و تفہیم کے لئے کسی جگہ جمع ہو جائیں۔ وہ سب اس فضیلت کے اندر داخل ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اس کا مصداق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ہم لوگ جو یہاں ہفتے میں ایک دن جمع ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دین کی باتوں کا تذکرہ کر لیتے ہیں۔ یہ معمولی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑی فضیلت اور ثواب اور اجر کی چیز ہے، بشرطیکہ دل میں اخلاص ہو۔ اور اللہ کے دین کی طلب ہو۔

اونچا خاندان ہونا نجات کے لئے کافی نہیں

اس حدیث میں آخری جملہ یہ ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ

نَسَبُهٗ

یہ جملہ بھی جوامع الکلم میں سے ہے، معنی اس کے یہ ہیں کہ جس شخص کے عمل نے اس کو پیچھے چھوڑ دیا، یا جو شخص اپنے عمل کی وجہ سے پیچھے رہ گیا، تو محض اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا ــــ مطلب یہ ہے کہ کسی کا عمل خراب ہے۔ اور اس خراب عمل کی وجہ سے جنت تک نہیں پہنچ سکا۔ بلکہ پیچھے رہ گیا۔ جبکہ دوسرے لوگ جلدی جلدی قدم بڑھا کر جنت میں پہنچ گئے، بقول کسی کے ؎

یارانِ تیز گام نے منزل کو جالیا
ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

وہ لوگ آگے چلے گئے۔ اور یہ اپنے عمل کی خرابی کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ اور عمل کی اصلاح نہ کرپایا تو اب صرف نسب کی وجہ سے کہ چونکہ یہ فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہے، یا فلاں بزرگ کا یا فلاں عالم کا بیٹا ہے۔ محض اس بنیاد پر وہ جلدی نہیں پہنچ سکے گا۔ اشارہ اس طرف فرمادیا کہ محض اس پر بھروسہ اور تکیہ کرکے مت بیٹھ جاؤ کہ میں فلاں کا صاحب زادہ ہوں، فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، بلکہ اپنا عمل صحیح کرنے کی فکر کرو۔ اگر یہ چیز کار آمد ہوتی تو حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جہنم میں نہ جاتا۔ جبکہ حضرت نوح علیہ السلام اتنے بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ اور اپنے بیٹے کی مغفرت کے

لئے دعا بھی فرما رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ اس نے جو عمل کیا ہے وہ صالح عمل نہیں ہے، اس لئے اس کے حق میں آپ کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ تو اصل چیز عمل ہے۔ البتہ عمل کے ساتھ اگر کسی بزرگ سے تعلق بھی ہوتا ہے تو ان بزرگ کے تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کچھ سہارا فرمادیتے ہیں۔ لیکن اپنی طرف سے عمل اور توجہ اور فکر شرط ہے۔ اب اگر کسی کو توجہ فکر اور طلب ہی نہیں ہے۔ بلکہ غفلت کے اندر مبتلا ہے۔ تو محض اونچے خاندان سے تعلق کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا عمل درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خلاصہ

آج کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضہ بھی یہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے محبت کی لازمی شرط یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق سے محبت کرو۔ اور اللہ کی مخلوق پر شفقت اور رحم کرو، جب تک یہ چیز حاصل نہیں ہوگی اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعوی جھوٹا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنی محبت اور اپنی مخلوق کی محبت پیدا فرمادے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین